اسلام میں خواتین کے حقوق اور امام خمینی

محترمہ زہرا مصطفوی (دختر حضرت امام)

اس موضوع کے ضمن میں میں دو اہم باتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسلام میں خواتین کے حقوق کا تحقیقی تجزیہ پیش کرنا چاہتی ہوں۔

پہلے مرحلہ میں کوشش یہ ہوگی کہ اس موضوع کے سلسلہ میں یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ اسلام اور اس کی روشنی میں حضرت امام خمینیؒ عورت کو مرد سے جدا ایک الگ وجود نہیں سمجھتے اور اسے پیدائش وخلقت، بندگی داطاعت نیز جزاوسزا میں مرد کے برابر جانتے ہیں۔کبھی کبھی تو بعض امور مثلاً ''یوم خواتین'' کے سلسلہ میں نہ کہ ''مردوں کا دن'' پراس قدر اصرار و مطالبہ اور اس کے مانند شبہ میں ڈالنے والے مقاصد یوں نظر آتے ہیں گویا، ایک کم قیمت اور حقیر چیز کو بیش قیمت بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

دوسرے یہ کہ عورت کی حقیقت اور اس کے حق بجانب حقوق کے سلسلہ میں ہر طرح کے سطحی اور غلط افکار کو دور کرنے کی راہ میں تحقیق وتجسّس کا ایک خلاء محسوس ہوتا ہے اور وہ دوسرے تمام موجودات کی معرفت ان کی حیثیت اور قدر و قیمت کے مانند، اسلامی مکتب فکر میں،عورت کے پاکیزہ وجود کی صحیح پہچان اس کے حقیقی مرتبہ اور اس کی طبیعی واجتماعی حیثیت کی شناخت کا مسئلہ ہے۔ اس کائنات، میں،جس کا یقیناً ایک وسیع اور عالمی پیمانہ پر مطالعہ کیا جانا چاہیے۔ چونکہ اقدار کا ہر سرچشمہ نظریات ہوا کرتے ہیں لہٰذا عورت یا مرد کے حدود یادائروں کی تعیین کا سرچشمہ بھی یہی افکارونظریات ہیں اور اس انتظار میں نہ رہنا چاہیے کہ ایک الٰہی معاشرہ عورت کو جس نگاہ اور جس توجہ سے دیکھتا ہے مادی۔ بنیادوں پر استوار معاشرہ بھی عورت کو اسی حیثیت سے دیکھے گا۔ دوسرے لفظوں میں جس کی فکری بنیادیں اقتصادی ستونوں پر استوار ہوں وہ توحیدی نظریہ رکھنے والے کے برخلاف عورت کو ایک دوسری نگاہ سے دیکھتا ہے۔لیکن بحث یہ ہے کہ سبھی اس بات کے مدعی ہیں کہ عورت کو اس کے صحیح و حقیقی حقوق ملنا چاہیے اور شاید اس کی کوشش بھی کرتے ہیں لیکن ان میں سے کون اس سلسلہ میں واقعیت سے زیادہ نزدیک ہے؟ سرمایہ دارانہ نظام اقتصادی نظام یا اسلامی نظام؟

ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ جب تک نظریات میں تبدیلی نہ آئے اور تصوّر کائنات سے متعلّق افکار میں فرق نہ پیدا ہو اور اس عالم ہستی کے اندر عام طور سے انسانی منزلت و مقام اور خاص طور سے عورت کی حیثیت سے متعلق تحقیق و مطالعہ نہ کیا جائے تمام بحث وکوشش بے کار ہے۔ خلقت کائنات کے مقصد سے لاتعلق ہوکر یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ ہم نے عالم ہستی میں عورت کے لئے اس کے مرتبہ کے مطابق حقوق عطا کردیئے۔ اس بنا پر ہمارا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم جو خالق بشر اور اس کے وجود کے ہر پہلو نیز اس کی تمام ظاہری و باطنی خواہشوں سے آگاہ نیز عالم و آدم پر مکمل تسلّط و احاطہ رکھتا ہے، صرف وہی بشریت کے لئے قانون اور عادلانہ نظام معین کرنے والا ہے۔

مغربی افکار نے تمام ملکوں پر جو ماہرانہ تسلّط و نفوذ پیدا کررکھا ہے اور اکثر و بیشتر انسانی معاشروں کے اعمال و عادات و اطوار پر اپنی اجارہ داری قائم کررکھی ہے اس کا سرسری جائزہ لینے سے شاید میری یہ بات قبول نہ کی جائے کہ ایک مسلمان عورت اپنے دقیق اور منظّم منصوبوں اور اپنے ان قیمتی اخلاقی فرائض کے تحت جو خداوند عالم کی جانب سے اس پر عائد کئے گئے ہیں موجودہ دنیا میں اپنا تشخص منوانے کے ساتھ ہی اپنے شائستہ وممتاز مرتبہ کو بھی محفوظ رکھ سکتی ہے، چہ جائیکہ وہ عورتوں سے متعلق جدید ترین اور ترقی یافتہ افکار کی قافلہ سالاری بھی کرے۔

لیکن اس سلسلہ میں غور وفکر ہمیں یہ نوید بخشتی ہے کہ مسلمان عورت، قرآنی تربیت اور حقیقی مسلمان حکام و سرپرستوں کی حمایت و رہبری کے سایہ میں، تیزی کے ساتھ عورتوں سے متعلق ذلّت آمیز و رُسواکن افکار و خیالات کو غلط اور بے حقیقت ثابت کرسکتی ہے اور ان کے ظاہری رنگ و روپ کو زائل کرسکتی ہے، نیز مغرب زدہ افراد کی طرف سے اسے جو ہمیشہ یہ جھڑکیاں ملتی ہیں کہ مغربی تہذیب نے عورت کو آزاد بنایا ہے اور اسے استقلال بخشا ہے، وہ یہ ثابت کرسکتی ہے کہ اس نے اسلام اور قرآن سے ناحق دل نہیں لگایا ہے بلکہ تمام انسانوں اور خصوصاً ان کے انسانی حقوق کے سلسلہ میں اسلام کا نظریہ مساوات کی بنیاد پر دیگر افکار وخیالات سے برتری رکھتا ہے، عورت اس بات کی حقدار ہے کہ دنیا میں اپنے باارزش مقام و مرتبہ کو دوبارہ حاصل کرے چنانچہ دقیق نظر کے ساتھ غور وفکر وتحقیق کے بعد ہر انصاف پسند اس کی حقانیت اور اس کی اہمیت کا اعتراف کرے گا جیسا کہ گفتگو کے مفہوم سے ظاہر ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اس طرح کے تحقیقات و مطالعات اور سیمیناروں کے ساتھ ساتھ تسلّط پسند استعماری نظاموں کی سازشوں اور حیلہ بازیوں کی شناخت سے متعلق بحث سے

بھی گریز نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ عورت جیسے باارزش اور قابل قدر وجود کی ماہیت اور اس کی ذاتی حقیقت کے سلسلہ میں تحقیق نیز ان خرابیوں کی چھان بین کے بجائے جن کا سرایت کرنا عورت میں شر و فساد خود پسندی اور مجموعی طور پر اس کے انحطاط وتباہی کے لیے زمین ہموار کرتا ہے دوسری ساری کوششیں لاحاصل و بیکار ہیں۔

البتہ اس بات سے کسی بھی صورت میں میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ ہم اپنے مکتب فکر کی غیر معقول جانبداری اور دوسرے مکاتب فکر اور طور طریقوں کی خرابیاں بیان کرنے پر اڑے رہیں۔ کیونکہ غیر معقول اور اوچھی طرفداری اور بلاوجہ کی ملامت و سرزنش دونوں ہی اسلامی عقل وخرد کے شایان شان نہیں ہیں بلکہ یہاں غیر جانبدارانہ طور پر ایک ایسی حقیقت کو پہچنوانا مقصود ہے جو حتیٰ دوستوں کے نزدیک بھی محروم و بے کس رہی ہے۔ البتہ یہ بات بھی کہنے کے قابل ہے کہ یہ بے کسی و تنہائی نہ صرف بیرونی عوامل کا نتیجہ ہے بلکہ اس تباہی کے سلسلے میں عورت کو خود اپنے آپ پر، مسلمان امراء وسلاطین پر اور ظاہر بیں فقہی و دینی بزرگوں پر بھی گریہ کرنا چاہیے۔[۱]

بس ایک جملہ میں میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس انہدام و تاسیس اور تخریب وتعمیر کی دنیا میں ایک تحقیقی روش کی بنیاد پر اور مغربی و مشرقی صنعتی ترقیات کی تائید وحمایت کے ضمن میں جہاں تک دوسروں کے نظریات و اعمال ہمارے اسلامی مسلک ومشرب اور عورتوں کی ترقی کے موافق ہیں ہم ان سے ہم آہنگ ہیں، دوسری صورت میں ان کی آگ میں جلنے اور ان کی آواز میں آواز ملانے کے بجائے بغیر کسی چشم پوشی اور بے جا شرم وحیا کے ان سے جدائی کی آواز بلند کریں گے اور اگر ضرورت ہوئی تو فراق وجدائی سے بڑھ کر قہر وغضب پر آمادہ ہوجائیں گے۔ امام خمینیؒ ۲۰/ دی ۵۷ھ (۱۰ جنوری ۷۹ء) کولگزمبرگ کے ٹیلی ویژن کو انٹرویو دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اسلامی حکومت رجعت پرست نہیں ہے اور تمام تہذیبی مظاہر کے موافق ہے، مگر یہ کہ ان سے قوم کی بحالی کو نقصان پہنچتا ہو اور وہ ملت کی عمومی عفت و پاکیزگی کے خلاف ہوں۔ اسلام نہ صرف عورت کی آزادی کا حامی ہے بلکہ وہ خود عورت کے تمام وجودی پہلوؤں کی آزادی کا بانی ہے۔''[۲]

پس یہ ضروری ہے کہ عورت کی حقیقت اس کے حقوق نیز اس کی جسمی و روحی ضروریات توقعات اور فطری خواہشات کی معرفت و آگاہی حاصل کی جائے اور اس حقیقت کو محسوس کیا جائے کہ

غلطی سے صرف عورت کا جسم ہی مرد کی توجہ کا مرکز قرار پایا ہے اور بس۔ اس کے بعد صحیح تدبیروں کے ذریعہ کج فکریوں کا مقابلہ کیا جائے۔ وہ غلط اور بے جا تصورات جو ماضی میں مشرقی اور مغربی دونوں معاشروں کے اندر عورت کو سماج سے دور گھر کی چار دیواری میں محدود کرنے یہاں تک کہ شادی اور خاندان کی تشکیل حتیٰ کبھی کبھی دین کے نام سے اس پر طاقت فرسا روحی و جسمی بوجھ ڈالنے کا جو عمل جاری رہا ہے اور آج بھی جاری ہے۔ ان دباؤں، سختیوں اور بندشوں کے نہ ٹوٹنے کا براہِ راست ردعمل مغرب میں بڑی تیزی کے ساتھ گمراہی و کجروی کی گہری کھائی میں گرنے اور حقیقی مذہب اور دین کے متوازن قوانین اور بلند احکام کی طرف سے بے توجہی و بے اعتمادی کی شکل میں ظاہر ہوا اور یہی حال مشرق کا ہوا جہاں خدا اور وحی وغیرہ سے سراسر انکار کا دور دورہ تھا اور یہ تمام تصورات اوہام شمار کئے جاتے تھے اور سب کے لیے ضروری تھا کہ مشین کی طرح معاشرہ کے پہیہ کو گردش میں لائیں اور چونکہ انسان بھی مادی ہے لہٰذا مادیات کے ذریعہ اس کی ضرورتیں پوری ہونا چاہئیں۔

لیکن دراصل مشرق و مغرب دونوں کی حقیقت و ماہیت ایک ہی ہے اور دونوں ایک ہی مقصد کی طرف رواں دواں ہیں فقط اس تک پہنچنے کے وسائل میں فرق ہے۔ ایک اجتماع کو بنیادی حیثیت دیتا ہے اور دوسرا فرد کو محور قرار دیتا ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے دونوں کا آزمودہ ہتھیار سب سے پہلے دین کی ظاہری صورت کی نفی ہے اس کے بعد دین کے اصل مقصد اور ماحصل کی نفی و نابودی کا منصوبہ ہوتا ہے۔ دونوں نظاموں نے اس تصور کو وسعت دی اور اسے اپنے زیر تسلّط ممالک نیز تیسری دنیا تک کھینچ لائے کہ امام خمینیؒ آئے اور انھوں نے ان چنگاریوں کو جو زمانہ کی راکھ کے نیچے دبی رہ گئی تھیں پھر سے شعلہ ور کر دیا اور اپنی دور رس نظروں کے ذریعہ اس اسلام کو جس میں نہ کلیسائی نظام کی گھٹن تھی نہ کمیونزم کی دہریت بلکہ یہ وہی حضرت محمدؐ کا حقیقی و خالص اسلام تھا جسے آپ نے دوبارہ زندہ کیا اور انسان کو نیز اسی کے ساتھ عورت کو گمراہی سے نکلنے اور خود اپنے آپ کو پہچاننے کی دعوت دی۔

پس جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا، امام خمینیؒ نے پہلی منزل میں مسلمان عورت میں یہ یقین و اعتقاد پیدا کیا کہ وہ خود کو اسلامی معارف کے صاف و شفّاف سرچشمہ میں تلاش کرے اور اپنی حقیقی معرفت حاصل کرے، بیدار ہو، گمراہیوں اور کج رویوں کو بھی اچھی طرح پہچانے اسے اس بات سے

بھی آ گاہ کیا کہ ایک مسلمان عورت انقلاب لاتی ہے، خود منقلب نہیں ہوتی تغیر پیدا کرتی ہے خود متغیر نہیں ہوتی...... وہ یہ جان لے کہ عورت کے سلسلہ میں غلط تصورات کے ناخوشگوار نتائج اور ان کے بُرے اثرات انسانی تہذیب کے دوسرے تمام پہلوؤں کو بھی متاثر کریں گے اور ان پر غالب ہوجائیں گے۔ لہٰذا عورت اپنے آپ کو پہچانے کہ وہ ایک ایسا وجود ہے جو انسانی کمال کی بلند ترین منزل تک آسانی کے ساتھ پرواز کرسکتا ہے اس کے وجود نے تاریخ کو تابناک بنایا ہے نیز انقلابوں اور تحریکوں کو روشنی بخشی ہے۔

عورت تاریخ کے مختلف ادوار میں انسانوں کو جہالت اور طاغوتیت کے پنجوں سے رہائی دلانے والی تحریکوں کی روح رواں رہی ہے پھر بھی مختلف معاشروں میں اس پر ظلم وستم روا رکھا گیا اور اس کی شخصیت کو پامال کیا گیا ہے جبکہ اس کی ذات کو اہمیت و وقعت دی گئی ہے۔ اگر پندرہ صدیوں پہلے عرب کے بدو انسان عورت کے جسم کو زندہ درگور کردیتے تھے تو آج کے خلائی دور میں اس کی روح کو زندہ درگور کیا جاتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: ”عجبتُ لمن ینشد ضالته وکیف لاینشد نفسه۔“ مجھے تعجب ہے اس پر جو اپنی کھوئی ہوئی چیز کو تلاش کرتا ہے اور خود اپنے آپ کو تلاش نہیں کرتا۔ اور امام خمینیؒ فرماتے تھے: ”سلوک کی پہلی منزل ” یقظه “ ہے یعنی بیداری اور خواجہ عبداللہ انصاری نے کتاب منازل الصالین میں، جس میں انھوں نے اہل سلوک کے منازل بیان کئے ہیں۔ تحریر فرمایا ہے: پہلی منزل کو منزل یقظہ یعنی بیداری کی منزل کہتے ہیں اور دلیل کے طور پر یہ آیت بھی ذکر کی کہ خداوند عالم فرماتا ہے ”اَنْ تَقُوْمُوا...“ یعنی بیدار ہوجاؤ۔ بیدار ہونا بھی ایک طرح کا قیام ہے اور تمام تحریکیں جو دنیا میں برپا ہوتی ہیں یہ بھی قیام ہیں۔ خواب سے قیام، بیداری کے بعد قیام اور ہم جو کیف عالم طبیعت کی بنا پر کھوئے ہوئے ہیں اور خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، ہماری آنکھیں اور ہمارے کان عالم طبیعت کی طرف لگے ہوئے ہیں۔ یہاں خدا کی جانب سے یہ موعظہ و نصیحت ہے کہ اس غفلت اور گہری نیند سے بیدار ہوجاؤ۔“ [۳]

لیکن چونکہ ”تعرف الاشیاء باضداها“ (یعنی چیزیں اپنی ضد یا مقابل سے پہچانی جاتی ہیں) لہٰذا پہلے یہ جان لینا چاہیے کہ یہ اپنے آپ سے غفلت کیسی ہے اور یہ کاہلی انسان میں کیسے پیدا ہوئی ہے؟ اس کا جواب ہم اپنے عظیم رہبر کی لفظوں میں دیتے ہیں، آپ نے فرمایا:

جوکام غلط ہیں وہ ظلمت و تاریکی ہیں، بداخلاقی ظلمت ہے، نور وہ ہے جس کی طرف خداوند عالم نے دعوت دی ہے اور اسلام نے جس کی ہدایت فرمائی ہے۔ اسلامی احکام پر عمل کرنے کی کوشش کیجیے اور دوسروں کو بھی اس پر مائل کیجیے۔[۴]

یہ فطری بات ہے کہ اگر حقیقی الٰہی وانسانی اقدار بے رنگ ہوجائیں اور اپنی رونق کھوبیٹھیں۔ فطری و ذاتی اچھائیاں رخصت ہوجائیں۔ جو خیر ہے شر میں اور وجود، عدم میں تبدیل ہوجائے تو گویا غفلت نے انسانی وجود میں اپنا گھونسلا بنالیا ہے اور وہ اپنے آپ سے بیگانہ ہوگیا ہے اور انگریزوں کی اصطلاح میں Alienation یعنی بیزاری کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے، لیکن اس خلا کو کوئی نہ کوئی دوسری چیز ضرور پُرکردے گی اور یہی وہ منزل ہے جہاں حیلہ باز افراد اور تسلّط پسند طاقتیں اپنا کام شروع کرتی ہیں تاکہ انسانی وجود خاص طور سے عورت کو جو انسانوں کو تربیت کرنے والی اور انھیں انسان بنانے والی ہے، خود فراموشی، غیر پرستی، علمی احساس کمتری اور اسی جیسی دوسری زہرآلود باتوں سے آشنا کریں تاکہ جو کچھ خود اس کے پاس ہے وہی وہ غیروں سے طلب کرے۔ اور اس مقصد کے حصول کیلئے تیسری دنیا کے انسانوں، خاص کر مسلمانوں کی تحقیر کی جائے۔ ان کے مذہب، ان کے افکار ان کے ماضی اور تاریخ سب کی تحقیر کی جائے اور ان کو یہ جتلایا اور یقین دلایا جائے کہ ان کی تمام تر کوشش، جدوجہد، خواہشیں اور آرزوئیں یہ ہونی چاہئیں کہ زیادہ سے زیادہ ان (مغربیوں) سے مشابہت پیدا کریں اور خود کو ان کے جیسا بنائیں۔

جی ہاں! مسلمان عورت کو اپنے آپ سے بیگانہ بنادینے کی راہ میں اب نوبت یہ ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ ان کی خواہشوں و آرزوؤں اور ان کے استعماری منصوبوں وفارمولوں کے مطابق ایک نسل وجود میں آجائے لہٰذا مورخین، جامعہ شناس، اقتصاد داں اور تعلیم و تربیت کے ماہرین سرمایہ اور طاقت کے بل بوتے پر اپنے اپنے کام میں مشغول ہوتے ہیں اور عورت کو جو بذات خود اصیل و الٰہی فطرت "فطرة اللّٰه الّتی فطرالنّاس علیها" کی بنیاد پر خلق ہوئی ہے کھوکھلا اور ذلیل بنادیتے ہیں اس طرح اس کے سامنے یہ بحران پیدا ہوجاتا ہے کہ خود اس کی اپنی حقیقی حیثیت معدوم ہوجاتی ہے اور پھر مغربی استعمار اسے اپنے خود ساختہ قالب میں ڈھال لیتا ہے۔

یہ وہ منزل ہے جہاں امامؒ کی تیغ بیان کی تیز دھار عورت کو اس کی حقیقت کی طرف متوجہ کرتی ہے اور اسے اغیار کے پیدا کردہ امراض سے نجات دلاتی ہے۔ امام "یومِ خواتین" کی مناسبت

سے— مورخہ ۱۵/۲/۵۹ھ مطابق ۲۰ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ کو اپنے ایک پیغام میں فرماتے ہیں ۔

فاطمہ (س) ایک عورت ہیں جن کے فضائل پیغمبر اکرمؐ اور خاندان عصمت و طہارت کے لامحدود فضائل کے ہم پلّہ ہیں۔ ہمیں عورت کے فضائل کی طرف توجہ دینا چاہیے، کیونکہ پہلوی دور کی اس تاریک و ذلّت آمیز نصف صدی میں زہریلے قلموں اور غیر متمدن و بدتہذیب زبانوں نے عورت کو خریدی اور بیچی جانے والی ایک چیز بنا دینا چاہا تھا۔۵

آپ موضوع کی تعین اور اس کے ذاتی صفات و خصوصیات کی شناخت کراتے ہوئے مستقبل قریب ہی میں اس کے براہِ راست اور درخشاں نتائج کا وعدہ دیتے نظر آتے ہیں، عورت کو معاشرہ کی مربّیہ اس کی آغوش کو انسانوں کے لیے جائے امن اور کمال و معراج کی تعبیر سے یاد کرتے ہیں۔ اسے تعمیر انسانیت کے لیے ماں اور زوجہ جیسا اٹوٹ کردار شمار کرتے ہیں اہل طاقت و اہل دولت کے ہاتھوں کا کھلونا نہیں سمجھتے اور بین الاقوامی حقوق انسانی کے ادارہ (ایمنسٹی انٹرنیشنل) کے نمائندہ کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: عورتیں اسلام کی نگاہ میں معاشرہ کی تعمیر میں ایک حسّاس کردار رکھتی ہیں۔ اسلام عورت کو اس حد تک بلندی عطا کرتا ہے کہ وہ معاشرہ کے اندر اپنے انسانی مقام و مرتبہ کو دوبارہ حاصل کرلے۔ ایک ''چیز'' ہونے کی حد سے باہر نکل آئے اور اپنی اس ارتقا کی مناسبت سے وہ اسلامی حکومت کے نظام میں مختلف عہدوں و منصبوں پر فائز ہوسکتی ہے۔۶

کیونکہ ''عورت انسانی آرزوؤں کی تکمیل کا مظہر ہے''۷

اور ''ماں کی آغوش خیر یا شر کا گہوارہ بن سکتی ہے''۸

اور عورت عظیم عورتوں و مردوں کو پروان چڑھانے والی ہے۔ عورت ہی کی آغوش سے مرد معراج کو پہنچتا ہے۔۹

نیز ''ماں کے فرائض کو حقیر و ذلیل ظاہر کرنا اغیار کی سازش ہے۔ ۱۰

یعنی امامؒ ان فکر سے عاری روشن خیالوں اور غیر متمدن مہذّب نماؤں کے خلاف آواز اُٹھاتے ہیں جنھوں نے نادانستہ یا خود غرضانہ طور پر عورت کو اس کی حقیقی روش کے خلاف چلنے پر مجبور کیا اور بلا سوچے سمجھے اس کے معنوی ارتقاء کمال یعنی اس کے کارساز کردار سے اسے جدا کر کے اس کے لیے ظاہری و بیہودہ قسم کی کھوکھلی ترقی یعنی دفتری میز کے پیچھے بیٹھنے کے قائل ہوئے ہیں۔ کیونکہ آپ اس اصل کو ترقی نہیں بلکہ تنزل و رجعت پسندی کی اصل و اساس قرار دیتے ہیں۔ ارتقاء کی

اصل، معنوی و حقیقی کمال کی جانب پیش قدمی ہے نہ کہ تن پروری و مادہ پرستی۔

اب میں یہاں اپنی پہلی بات یعنی توحیدی تصور کائنات کی بنیاد پر مرد وعورت کے درمیان نہ کوئی فرق ہے اور نہ کسی کو کسی پر کوئی برتری حاصل ہے۔ عرض کرنا چاہوں گا کہ ۱۹۷۵ء کو عورتوں کا بین الاقوامی سال اعلان کئے جانے کے بعد سے عورتوں کے مسائل کے سلسلہ میں عالمی پیمانہ پر بہت کچھ کہا اور سنا گیا ہے، لیکن معاشرہ میں عورت کی موجودہ صورت حال پر توجہ یورپ میں ''ماڈرنائزیشن'' کے آغاز کے بعد شروع ہوئی اور چونکہ موجودہ مغربی معاشرہ کا رُخ ''مشینی کیپٹلزم'' کی طرف ہے اور اس نے اپنی سرگرمیوں کا محور اجتماعی اور اقتصادی بنیادوں پر قائم کرکے رفتہ رفتہ تہذیبی و تمدنی بنیاد کو ذہن سے دُور کردیا ہے نتیجہ میں مختلف مسائل میں تغیر و تبدل پیدا ہونے کے سبب عورت و مرد کے روابط میں بھی گہرے اور بنیادی تغیرات پیدا ہوگئے ہیں۔ موجودہ معاشرہ کی حیرت انگیز ترین خطاؤں میں سے ایک مختلف قسم کی موجودات کے درمیان تمام کیفیاتی فرق کو مٹا کر ڈیموکریسی کے نام پر سب کو ایک ہی پلیٹ فارم پر لا کھڑا کرنے کی خطا ہے۔

ہمارے زمانہ میں ہر چیز کی قیمت مادی اعتبار سے لگائی جاتی ہے، ساتھ ہی ساتھ کیفیت کے بجائے مقدار پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ یہ رجحان موجودہ معاشرہ کو نقصان اور صدمہ پہنچانے کا سبب بنا ہے اور یہ غلطی خاص طور سے مرد وعورت کے درمیان رابطہ اور معاشرہ میں عورت کے کردار کے سلسلہ میں محسوس طور پر سامنے آچکی ہے۔ اسلام کی پوری تاریخ میں عورتوں کی حالت مسلمان معاشرہ کے اندر کبھی مکمل طور پر اسلامی احکام و قوانین کے مطابق نہ رہی، مسلمانوں کے اندر اسلامی احکام کی اطاعت میں تنزلی کا اوسط مسلمان معاشروں کی فکری سطح نیچے آنے اور مختلف مشکلات کے پیدا ہونے کا سبب بنا ہے جبکہ اسلام انسانی فطرت کے سلسلہ میں اور یہ کہ انسان دو جنس سے خلق کیا گیا ہے اپنے دامن میں خاصی تعلیمات رکھتا ہے ساتھ ہی ساتھ توحید کا بھی ذکر کرتا ہے اور اسے کائنات ہستی کی خلقت کا محور قرار دیتا ہے۔ یعنی تمام مخلوقات اپنے اجزا کے درمیان لامحدود فرق و تفاوت کے باوجود ایک ہی سطح پر قائم ہیں، یعنی تمام موجودات خداوند عالم کی مخلوق ہیں، لیکن چونکہ انسان سب سے زیادہ قوی و توانا ہے لہٰذا نظام ہستی کا ذمہ دار ہے۔ مغربی معاشرہ کے برخلاف اسلام میں جنسیت کی اہمیت اور عورت و مرد کے درمیان فرق، صرف تعلقات و روابط کی حد تک ہے، حیثیت اور نظام کی بنیاد پر نہیں۔ جیسا کہ قرآن فرماتا ہے:

"یَا اَیُّھَا النَّاس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدةٍ و خلق منھا زوجھا وبث منھما رجالاً کثیراً ونساء واتقوا اللّٰہ الذی تسائلون بہٖ والارحام ان اللّٰہ کانَ علیکم رقیباً۔" [۱۱]

ملاحظہ کیجیے کہ پہلے مرحلہ میں خداوند عالم نے ایک ''نفس واحدہ'' کو پیدا کیا جو ابوالبشر ہے، اس کے بعد اس کا جوڑا خلق فرمایا، اب خلقت کے بعد یہ دونوں ایک دوسرے کے کفو اور ہمسر اور حقیقت انسانیت میں ایک دوسرے کے شریک ہیں اور ان دونوں کے درمیان فقط تقویٰ کا رابطہ پایا جاتا ہے۔ توحید کا عقیدہ رکھنے والے معاشرہ میں ہر فرد کو چاہیے کہ اپنا مخصوص کردار ادا کرے اور اپنے اعمال کی ذمہ داری قبول کرے۔ ایک باایمان انسان کا سب سے پہلا فریضہ ہے کہ ایک بامقصد اور شریعت پر مبنی معاشرہ وجود میں لائے۔ اسی طرح مومن اپنے آزادی بخش پیغام کے ذریعہ ان لوگوں کے افکار و عقائد پر خط کھینچ دیتا ہے جنھوں نے عورت کی شخصیت کو نظر انداز کیا، یا اسے حقارت و اہانت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اور وہ عورت میں قرب پروردگار اور معنوی کمالات کے ادراک تک، جو بندگی کا عالی ترین رتبہ ہے، معراج حاصل کرنے کی توانائی پاتا ہے جیسا کہ خداوند عالم حضرت مریم (س) کے سلسلہ میں فرماتا ہے۔ ''لیس الذکر کالانثی'' [۱۲]

امامؒ یوم خواتین کی مناسبت سے اپنے ایک پیغام میں فرماتے ہیں:

''عورت کے مختلف پہلو ہیں، جیسا کہ مرد اور (مجموعی حیثیت سے) انسان کے مختلف پہلو ہیں یہ صوری وطبیعی ورق (ظاہری شکل وشمائل) انسان یا عورت و مرد کا سب سے نچلا وادنیٰ مرتبہ ہے لیکن اسی ادنیٰ مرتبہ سے کمال کی جانب سیر بھی ہے۔ انسان ایک متحرک وجود ہے۔ طبیعت کے مرتبہ سے غیب کی منزل تک اور وہاں سے فنافی اللہ تک۔'' [۱۳]

استاد شہید مطہریؒ فرماتے ہیں: علم کی یہ کوشش بھی ہوتی ہے کہ جس طرح وہ انسان کو دنیا و مافیہا سے آگاہ کرتا ہے خود اپنے آپ سے بھی اسے آشنا کرے لیکن اس طرح کی معرفت عطا کرنا نہ علم کا کام ہے نہ فلسفہ کا کیونکہ علم و فلسفہ کبھی کبھی غفلت کا سبب بھی بن جاتے ہیں۔ پس الٰہی بنیاد پر اپنے آپ کو پہچاننے والا انسان خلقت کی ساری عظمت کو سمیٹے ہوئے ہے، اس میں خدا سے منسوب سارے خصوصیات پائے جاتے ہیں لیکن نچلی سطح پر، وہ بھی خدا کی طرح عالم، مرید انتخاب کرنے والا، خلق کرنے والا، تربیت کرنے والا، مسخر کرنے والا اور اپنی تقدیر اور معاشرہ اور تاریخ کو بدل دینے

والا ہے یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک انسان سب سے عظیم انسانی قدر و منزلت یعنی نفی کے بعد اثبات کی منزل حاصل نہ کرلے۔ برائیوں اور پستیوں، ظالموں اور جابروں کی نفی اور ان سے دوری اختیار کرنا اس کے بعد خوبیوں، کمالات اور حقائق کا اثبات اور انھیں اپنانا اسی کو ''لا الٰہ الااللّٰہ'' کہتے ہیں۔ چنانچہ امامؒ بزرگوار فرماتے ہیں:

لاالٰہ اِلااللّٰہ ایک عبارت ہے لیکن اس کی عظمت اکثر و بیشتر اوراد و اذکار سے زیادہ اور اس کی معنویت کا حجم کہیں وسیع تر ہے اعمال کے اندر اخلاص، عمل کی روح کی حیثیت رکھتا ہے اور تمام حیوانات سے انسان کے امتیاز کا سبب اس کی معنویت کا پہلو اور انسانی روح ہے۔ ۱۴؎

اپنی گفتگو کے اس حصّہ میں چاہتی ہوں کہ قرآن کریم اور سیرت ائمہ ہدیٰ میں موجود احکام کی حضرت امامؒ کے بیانات کی روشنی میں حسب ذیل عنوان سے دستہ بندی کروں:

(الف) عورت کے انسانی حقوق، جو عالم ہستی میں اس کی خلقت اور اس کے وجود سے مربوط ہیں۔

(ب) عورت کے سیاسی حقوق، جو انقلاب، جنگ اور اسلام کی خدمت میں اس کے کردار کو مشخص کرتے ہیں۔

(ج) عورت کے سماجی حقوق جس کے تحت ہم سماج میں اس کے کردار اور اس کے وجود کی حیثیت کا جائزہ لے سکتے ہیں۔

(د) عورت اور مرد کے ایک دوسرے پر حقوق، جن کے ذریعہ شادی، طلاق نیز خاندان میں عورت کے رول پر روشنی پڑتی ہے۔

(ہ) آیندہ نسل کی نگرانی و حفاظت کے سلسلہ میں عورت کے حقوق۔

عورت کے انسانی حقوق

حضرت امامؒ ایک انٹرویو کے دوران فرماتے ہیں۔عورت اور مرد میں کوئی فرق نہیں ہے، کیونکہ دونوں انسان ہیں ہاں بعض موارد میں عورت اور مرد کے درمیان کچھ فرق پائے جاتے ہیں جو ان کی انسانی حیثیت سے ربط نہیں رکھتے۔۱۵؎ یہ اس سوال کا جواب ہے جو عورتوں کے حقوق کے سلسلہ میں کیا گیا تھا اور آپ نے بڑے ہی دلچسپ اور نپے تلے انداز میں انسانی حقوق سے متعلق اپنی بات کا آغاز کیا ہے اور عورت کے انسان ہونے پر زور دیتے ہوئے اس بات کی تاکید کی ہے کہ

عورت، عورت ہونے سے پہلے ایک انسان ہے اور اس کے بعد آپ نے ''تفاوت'' وفرق کے مسئلہ پر خاص طور سے توجہ کی ہے کہ یہ فرق انسانی حیثیت کی طرف نہیں پلٹتا، بلکہ چونکہ عورت ومرد کے یہ دو وجود اس عالم طبیعت وفطرت میں ایک دوسرے کے مکمل ہیں اس لیے دونوں آپس میں کچھ عرضی فرق رکھتے ہیں کہ ایک مناسب زندگی برقرار کرنے کے لیے ان میں سے ہر ایک اپنے مخصوص حقوقی نظام کے تحت تمام نعمتوں اور انسانی حقوق کی آزادیوں سے بہرہ مند ہے اور یہ عورت کے سلسلہ میں عالمی افکار کا ایک قابل توجہ جواب ہے کیونکہ وہ لوگ مرد کو جسمانی طاقت اور ظاہری توانائی وسختی کی بنا پر، جس کے ذریعہ وہ دشوار کاموں کو انجام دینے پر بھی قادر ہے، عورت سے برتر جانتے ہیں اور اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ مرد حاکم اور اطاعت کے قابل ہے اور عورت حکم بجالانے والی ہے۔ مثلاً جب ارسطو یہ دیکھتا ہے کہ غلام تلوار اپنے آقا کے ہاتھ میں دے کر یہ کہتا ہے مجھے سزا دو، حتیٰ مجھے جان سے مار ڈالو۔ تو وہ یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ خداوند عالم نے دو طرح کے بندے پیدا کئے ہیں، ایک آقا دوسرا غلام۔ اس مثال سے مقصد یہ تھا کہ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اکثر خود عورتیں اس ذلّت وحقارت کو قبول کرتے ہوئے اس پر راضی رہتی ہیں، جبکہ ہم نے کئی مرتبہ حضرت امام خمینیؒ سے یہ سنا ہے کہ نہ عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ خود کو ایک ''چیز'' ہونے کی حیثیت تک گرائے اور نہ مرد، عورتوں کے سلسلہ میں ایسا سوچنے کا حق رکھتے ہیں۔ آپ ہمیشہ فرماتے تھے کہ عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنی انسانیت کے بلند مقام پر فائز رہیں کیونکہ خداوند عالم نے انھیں کرامت وبزرگی کے ساتھ خلق فرمایا ہے اور عرفان پروردگار عالم یہ ہے کہ: ''لَقَدْ کَرَّمنا بنی آدم''۔ (ہم نے بنی آدم کو بزرگی و عظمت عطا کی ہے) پس عورت یا مرد ہونا یا بازوؤں کی قوت وتوانائی دونوں کی انسانی حیثیت میں کوئی فرق پیدا نہیں کرتی اور اس طرح کا فرق کسی کے کمزور اور کسی کے طاقتور ہونے کی بنیاد ہرگز نہیں بن سکتا۔ کیونکہ ایسی صورت میں حیوانات اور درندے تو زیادہ قوی ہوتے ہیں لہٰذا وہ سب سے برتر ہوئے! پس اس جواب کے ذیل میں چند قیمتی نکتے سامنے آتے ہیں۔

(۱) عورت انسان ہونے کے اعتبار سے مرد کے دوش بدوش اور دنیائے آفرینش میں اس کی ہم خلقت ہے۔

(۲) اسے خود ''معاشرہ یا فرد'' کی طرف سے کسی بھی طرح کی ذلّت یا حاکمیت قبول نہ کرنا چاہیے۔

(۳) مردوں کے غلط اعمال اور بیہودہ افکار خود بہت اہم پیمانہ ہیں لہٰذا خود مردوں کو چاہیے کہ عورتوں

کو ان کے حقوق دلائیں چنانچہ

عورت کے انسانی حقوق میں سے ایک اس کی اپنی آزادی ہے۔

لیکن آزادی کا مطلب کیا ہے؟ افسوس کہ ہر تہذیب اور ہر مکتب فکر میں لفظ آزادی کا ایک خاص مطلب و مفہوم ہے لیکن جب ہم کہتے ہیں کہ ''پرندہ پنجرہ سے آزاد ہوگیا'' تو یہ آزادی کا صحیح مفہوم ہے کیونکہ پرندہ اُڑنے کے لیے خلق ہوا ہے اور پنجرہ اس کی یہ آزادی اس سے چھین لیتا ہے، لیکن عورت کے سلسلہ میں اس لفظ کے استعمال سے کون سا مفہوم نکلتا ہے؟ عورت کیسی مخلوق ہے؟ اس کی قوت پرواز اور اس کا کمال کس چیز میں ہے؟ اس کا پنجرہ کیا ہے؟ آزادی کا مفہوم اس کے سلسلہ میں کیا تعبیر رکھتا ہے؟ بہتر ہے کہ اب ہم آزادی کے دوسرے اصطلاحی مفہوم پر غور کریں، یہ مفہوم عالمی استعمار کی زبان میں اپنے غیر انسانی اعمال کی توجیہ میں رائج ہے اور اس کا مطلب یہ ہے ہر اس پابندی اور قانون سے رہائی و آزادی جو انسان ہونے کے اعتبار سے اس پر نافذ و حاکم ہے۔ چنانچہ یہ جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے عورت کو آزاد کردیا ہے تو کس چیز سے آزاد کردیا ہے؟ کیا عورت اسیر و مقید خلق ہوتی ہے کہ یہ لوگ اسے آزاد کرنا چاہتے ہیں؟ خود یہ دعویٰ ہی عورت کی خلقت و آفرینش کی سراسر تحقیر و اہانت ہے۔ فکر کی یہ بے مائیگی اور عورت کے سلسلہ میں ان افکار سے پیدا ہونے والے سوالات روزنامہ گارڈین کے ایک انٹرویو میں بخوبی واضح نظر آتے ہیں۔ محترمہ ایلزبتھ تارگود سوال کرتی ہیں کہ: کیا عورتیں اسلامی حکومت کے پرچم تلے اس پر قادر ہوں گی کہ انھیں پردہ اور مغربی لباس میں سے کسی ایک کو آزادی کے ساتھ انتخاب کا حق حاصل ہو؟ اور جواب میں امامؒ فرماتے ہیں کہ'' عورتیں اپنے کام اور سرگرمیوں اپنی قسمت کے فیصلہ اور اسی طرح اپنے لباس کے انتخاب میں قوانین کی رعایت کے ساتھ پوری طرح آزاد ہیں۔''[۱۶] اس سوال و جواب پر ذرا غور کرنا ضروری نظر آتا ہے۔ پہلی بات تو اس عظیم انقلابی تحریک کے بارے میں جو اپنے آخری مراحل میں ہے اور یقیناً ایسے انقلاب کا قائد و رہبر تحریک کی اصل بنیاد اس کے حقیقی زاویوں پر غور کررہا ہے اور انھیں مستقبل کے آئینہ میں دیکھ رہا ہے۔ وہ انقلاب جو کاخ سفید اور قصر کریملن کی بنیادوں کو متزلزل کرنے والا ہے اور وقت کے قیصر و کسریٰ کو خدا کی نصرت لیکن ان ہی عورتوں و مردوں کی مدد سے ان کے تخت سے اُتار پھینکنے والا ہے گویا سوال کرنے والی کی نگاہ میں عورت کی پوری شخصیت اس کی توانائی

اور حقانیت نیز اس کی تمام تخلیقی صلاحیتیں صرف پردہ ہی کے مسئلہ میں چھپی ہوئی ہیں کہ وہ سوال کرتی ہے کہ مغربی لباس یا پردہ؟

اور دوسری طرف امامؒ جو ''یقیناً سوال کی بے مائیگی اور کھوکھلے پن کی طرف متوجہ ہیں'' جواب میں ایسے الفاظ کا انتخاب کرتے ہیں جو ان کی دور اندیشی کے دریائے بے کراں نیز اسلام کی اطاعت و پیروی کے سلسلہ میں عورتوں سے ان کے عظیم توقعات اور عورتوں کے اندر ان توقعات کو پورا کرنے کی پوری صلاحیت و توانائی کو اُجاگر کرتے ہیں۔ مشاغل و سرگرمیاں، قسمت کے فیصلے اور لباس و حجاب (وہ بھی اس لیے کہ سوال بے جواب نہ رہے) جیسی عبارت اپنے تمام حقوق اور زندگی کے تمام امور پر عورتوں کے مکمل تسلط کو ظاہر کرتی ہے یعنی کام اور مشاغل جو اصطلاحاً معاشرہ میں انسان کے وجود اور سماج کے امور میں اس کی براہ راست شرکت کو ظاہر کرتے ہیں ان کا انتخاب عورت کا مسلّم حق ہے۔ اس کے بعد اس سے بلند تر مفہوم کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ گویا ان تمام لوگوں کے نظریہ پر خط کھینچ دینا چاہتے ہیں جو انسانوں کے مقدر کو ثابت، اٹل اور پہلے سے تحریر شدہ سمجھتے ہیں، اس طرح امام قدس سرّہ عورت کو اس امر میں انتخاب کا حق دیتے ہیں کہ یہ کوئی اٹل فیصلہ نہیں ہے بلکہ عورت اپنی قسمت کے فیصلہ میں خود مختار اور صاحب ارادہ ہے جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے:

"اِنَّ اللّٰہ لایغیر مایقومٍ حتٰی یغیروا مابانفسھم" (سورہ رعد/ ۱۱)
''بلاشبہ خداوند عالم اس وقت تک کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ لوگ خود اپنے آپ کو نہ بدلیں۔''

اور یہ جواب بذات خود ایک بلند نعرہ ہے کہ عورت کی آزادی کا مطلب نہ تو لباس سے اس کی آزادی ہے کہ یہ خود ایک طرح سے عورت کو ضائع اور تباہ کرنا ہے۔ اور نہ گھر اور خاندان سے علاحدگی اس کی آزادی ہے کہ اس سے بھی اس اکائی کے بنیادی ستون متزلزل ہوجاتے ہیں اور نہ ہر طاقت فرسا کام کے انتخاب میں آزاد ہونا اس کی آزادی ہے کہ یہ بھی اس کی فطرت اور خلقت کے لئے ناسازگار ہے، بلکہ معاشرہ میں اس کا وجود اس کے مشاغل اور اس کا لباس وحجاب سب کچھ دستورات وقوانین کے مطابق ہونا چاہیے کیونکہ ہر انسان، انسان ہونے کی بنا پر ایک پُرسکون اور

آرام دہ زندگی کا محتاج ہے اور یہ بات اس قانون کی برقراری کے بغیر جس کی پیروی سب پر واجب ہو ممکن ہی نہیں ہے۔ پس عورت کو بھی نہ صرف اپنے لباس وحجاب بلکہ اپنے کام کے انتخاب نیز اپنی قسمت کے فیصلوں کے سلسلہ میں قوانین کا پاس و لحاظ رکھنا چاہیے۔ البتہ یہ بات واضح ہے کہ ہر معاشرہ اپنے خاص نظریہ پر مبنی قانون رکھتا ہے اور اسلامی معاشرہ بھی اس کلیہ سے الگ نہیں ہے یہاں معاشرہ پر حاکم قانون الٰہی قانون ہے جو انسانی فطرت کے مطابق اور اس کے وجودی رشدو کمال کی طرف گامزن ہے عورتوں کو اجتماعی و سیاسی کاموں میں اسی عمومی عفّت کے ساتھ حصّہ لینا چاہیے کیونکہ یہ طے ہے کہ اگر عورت ان تمام قوانین کی رعایت کئے بغیر۔ جو اسلام میں اس کی اور معاشرہ کی حفاظت کے لئے معین کئے گئے ہیں معاشرہ میں قدم رکھتی ہے تو وہ اپنی صلاحیت نیز تخلیق اور رشد و کمال میں اپنی تاثیر کی قوت سے ہاتھ دھوبیٹھتی ہے اور فساد کی راہ پر لگادی جاتی ہے۔ پھر نہ صرف وہ معاشرہ کے اعلیٰ مقاصد کو آگے بڑھانے کا سبب نہیں رہ جاتی بلکہ ایک سالم معاشرہ کو ترقی سے روکنے اور خراب کرنے کا کردار ادا کرتی ہے اور اس کی تباہی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

عورت کے سیاسی حقوق اور خدمت اسلام:

اب رہے عورت کے سیاسی حقوق اور انقلاب و جنگ میں اس کا کردار نیز دوسرے انسانی، اجتماعی و سیاسی تغیرات میں اس کا حصّہ لینا تو حضرت امام قدس سرہٗ نے فرمایا کہ: ''خواتین سیاست میں حصہ لینے کا حق رکھتی ہیں اور یہ ان کا فریضہ ہے۔'' ۱۷ اور اس سے بڑھ کر ''عورت کے لیے لازمی ہے کہ وہ حکومت کے بنیادی مقدرات و امور میں حصّہ لے'' ۱۸ اور ''اسلام کی حفاظت، ملت کے دفاع، اسلامی وقار کے تحفظ اور آخری حد تک اسلامی ملک کا دفاع، عورتوں، مردوں اور بچوں سب پر واجب ہے، دفاع کا مسئلہ سب کیلئے ایک عمومی امر ہے، جو بھی طاقت رکھتا ہے اسلامی ملک کا دفاع کرے۔'' ۱۹

عورت کے سیاسی حقوق کی وضاحت کرنے کے سلسلہ میں شاید امام خمینیؒ کے محکم و قاطع ارشادات کے مانند کوئی اور بیان نہ مل سکے۔ جو بات طے ہے وہ یہ ہے کہ سیاسی امور میں حصہ لینے۔ اپنی اور معاشرہ کی سرنوشت میں دخل و اختیار نیز دیگر امور مثلاً انتخابات میں ووٹ دینے اور لینے قوم کی طرف سے منتخب ہونے اور اس کی نمائندہ اور نجات دہندہ ہونے، مختلف حکومتوں سے ارتباط یا قطع

تعلق کرنے، جنگ و صلح یا ملکی وغیر ملکی ثقافتی و اقتصادی قوانین بنانے کے سلسلہ میں ایک تو عورت خود انسانی حیثیت سے ایک شخصیت کی مالک ہے دوسرے وہ خود مختار اور صاحب ارادہ ہے اور تیسرے وہ ایک قوی، سیاسی فکر اور خلاق و فعال ذہن کی مالک ہے کہ حضرت امامؒ نے عورتوں کو ان خصوصیتوں کی طرف اپنے مندرجہ بالا ارشادات اور ان سے مشابہ دوسرے بیانات میں متوجہ فرمایا ہے۔ حتی دفاع اور جنگ کے سلسلہ میں بھی اسے مردوں کے برابر اور ان کے دوش بدوش قرار دیتے ہیں اور مذکورہ بالا تمام امور کو اس کا فریضہ قرار دیتے ہیں آپ عورت کی رائے کو قیمتی قرار دیتے ہوئے اسے عقیدتی و سیاسی افکار و نظریات کا اظہار کرنے میں آزاد و خود مختار جانتے ہیں کہ جیسا وہ چاہتی ہے سوچے سمجھے اور صلاحیتوں کو بروئے کار لائے اس طرح امام نے ہمیشہ کے لیے اور پوری قاطعیت کے ساتھ ان تمام دل کے اندھوں کو— جو عورت کو کبھی دین کے نام پر اور کبھی معاشرتی خرابیوں اور بلاؤں سے محفوظ رکھنے کے نام پر گھر اور اس کے امور میں محصور و محدود کر دیتے ہیں اور ان کی ہدایت اور قیادت و رہبری کو مردوں کے سپرد کر دیتے ہیں فریضہ اور حکم کی صورت میں خبردار کرتے ہیں۔ انھیں اس کج فکری سے روکتے ہیں اور عورتوں کو ان کے ضائع شدہ حقوق کا حقدار ثابت کرنے کے لیے انھیں عورتوں کی توانائیوں سے آگاہ کرتے ہیں۔

عورت کے معاشرتی حقوق و کردار

امریکہ کی روٹگرز یونیورسٹی کے اُستاد ڈاکٹر جیم کوکلر زفتھ کے ساتھ انٹرویو میں حضرت امامؒ عورت کے اجتماعی حقوق سے متعلق بڑا واضح اور صریح انداز اختیار کرتے ہیں کہ ''ہم عورت کے کام کرنے کے مخالف کیوں ہوں؟ عورت حکومتی امور کیوں انجام نہیں دے سکتی؟ اسلام نے عورت کو جو احترام و آزادی بخشی ہے کسی بھی قانون یا مکتبِ فکر نے نہیں دی ہے۔'' ۲۰

آپ نے مختلف موقعوں پر فرمایا ہے:

''عورتیں اسلامی معاشرہ میں آزاد ہیں۔ انھیں یونیورسٹیوں، دفتروں، اور اسمبلی و پارلیمنٹ میں جانے سے ہرگز روکا نہیں جاتا۔ لیکن جہاں تک اخلاقی فساد کی بات ہے اس میں عورت اور مرد دونوں برابر ہیں اور یہ دونوں کے لیے حرام ہے۔'' ۲۱ ''عورت اور مرد دونوں یونیورسٹی جانے کے لیے آزاد ہیں'' ۲۲ ''اسلامی نظام میں عورت کے بھی وہی حقوق ہیں جو مرد کے ہیں، کام کا حق تعلیم

حاصل کرنے کا حق، مالکیت کا حق...'' ۲۳

عورت کے اجتماعی و معاشرتی حقوق میں سے ایک تعلیم حاصل کرنے اور فکر میں کمال و بلندی لانے کا حق ہے۔ اگرچہ کیا ماضی اور کیا موجودہ زمانہ مختلف سماجوں کے اندر عورت کو اس کے اس مسلّم حق سے محروم رکھا جاتا رہا ہے۔ لہٰذا امامؒ عورت کو نہ صرف اس عمل خیر و سعادت کا حقدار سمجھتے ہیں بلکہ اعلیٰ مراتب و مدارج کے حصول کے لیے جہاں تک اہل علم کی راہ مردوں کو میسر ہے عورتوں کے لیے بھی اس راہ کو باز دیکھتے ہیں۔

لیکن امامؒ جو عورتوں کے سلسلہ میں صراحت کے ساتھ حکومتی سرگرمیوں میں کام اور مالکیت کے حق کا ذکر فرماتے ہیں وہ اس اعتبار سے ہوسکتا ہے کہ ایسے اعتقادات ونظریات موجود ہیں جو ایک تو عورت کو گھر ہی میں محدود اور منحصر رکھتے ہیں اور اسے اجتماعی جدوجہد نیز بنیادی اور حکومتی کاموں کے لائق نہیں جانتے ساتھ ہی اسے اپنی محنتوں اور کوششوں کی پاداش کا مستحق شمار نہیں کرتے۔ دوسرے الفاظ میں چونکہ اسے ایک مکمل انسان نہیں جانتے یعنی ایک مستقل و عاقل انسان نہیں جانتے جس کے اندر اپنے حقوق کی مالکیت اور ان سے استفادہ کرنے کے شرائط موجود ہوں، لہٰذا ان موارد میں بھی ہمیں امامؒ کے صریح اور راہ گشا ارشادات نظر آتے ہیں۔ لیکن مذکورہ بالا تمام امور میں عورت کی شرکت کو آپ نے ہمیشہ اس کی عفّت و پاکدامنی کے ساتھ واجب قرار دیا ہے جس کا ذکر اور اسباب وعلل ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔

شادی اور طلاق کے سلسلے میں عورت اور مرد کے باہمی حقوق

اپنی گفتگو کے اس حصّہ کو بھی میں حضرت امامؒ کے کلام سے شرف بخشتی ہوں کہ شادی بیاہ کے سلسلہ میں اسلام نے عورت کو شوہر کے انتخاب میں آزادی عطا کی ہے۔

''ہر عورت جس مرد کو اپنا شوہر منتخب کرنا چاہے، اسلامی قوانین کے دائرہ میں اسے اُس کا پورا اختیار ہے۔'' ۲۴ یا اس استفتاء کے جواب میں کہ طلاق کے سلسلہ میں عورت کے اختیار کی کیا صورت ہے؟ فرماتے ہیں ''محترم عورتوں کے لیے شارع مقدس نے آسان راہ معین فرمائی ہے تاکہ وہ خود طلاق کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے سکیں اور وہ اس صورت میں کہ عقد و نکاح کے دوران اگر وہ یہ شرط کرلیں کہ بطور مطلق یعنی جب بھی ان کا دل چاہے گا یا مشروط طور پر یعنی اگر مرد بد قماشی

یا ظلم پر اُتر آئے گا یا مثلاً دوسری عورت سے شادی کرلے گا تو وہ شوہر کی طرف سے وکیل ہوں گی کہ خود کو طلاق دے لیں۔ ایسی صورت میں عورتوں کیلئے کوئی دُشواری پیش نہیں آتی اور وہ خود کو طلاق دے سکتی ہیں۔'' ۲۵

جیسا کہ ظاہر ہے حق ازدواج وطلاق کے سلسلہ میں امامؒ کا کلام اس قدر صریح اور واضح ہے کہ اس میں کسی طرح کے شبہ یا وضاحت کی گنجائش نہیں ہے۔ امامؒ عورتوں کو اپنے پسندیدہ شریک زندگی کے انتخاب میں مکمل آزادی دیتے ہیں۔ البتہ ''اسلامی قوانین کے دائرہ میں'' کی قید اس عظیم حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ شادی چاہے عورت کیلئے ہو یا مرد کیلئے، صرف جنسی خواہشات کی تکمیل کیلئے نہیں ہے بلکہ اس کا ایک اہم اور بلند مقصد بھی ہے اور وہ ان گلوں کی پیدائش جو نسل انسانی اور امت اسلامی کی بقا و دوام کا سبب ہیں اور یہ عظیم مقصد اس وقت تک ہاتھ نہیں آسکتا جب تک عورت و مرد شادی سے پہلے اس سلسلہ میں خوب غور وفکر نہ کریں۔ وہ ایسے شریک زندگی کا انتخاب کریں جو ایک سالم اور صالح نسل کو وجود عطا کرنے میں ان کا مددگار ہو جیسا کہ صادقِ آل محمدؐ علیہم السلام نے فرمایا ہے ''الولد الصالح ريحانة من رياحين الجنّة'' ۲۶ نیک و صالح فرزند جنت کے پھولوں میں سے ایک پھول ہے یہ پھول جو الٰہی امانتیں ہیں، سالم پیدا ہوں۔ اچھی تربیت پائیں اور رسولؐ خدا کی آنکھوں کا نور قرار پائیں اس کیلئے بہت ہی مناسب اور صالح شریک حیات کے انتخاب کی ضرورت ہے۔

اب رہا طلاق تو چاہے یہ مسئلہ عورت کی جانب سے ہو یا مرد کی جانب سے ناپسند اور مذموم ہے اور ایک ایسا امر ہے جو عرش الٰہی کو بھی لرزا دیتا ہے۔ لیکن (آخری چارہ کار اور راہ حل کی حیثیت سے) بعض ادیان کے برخلاف جو راہ حل کو سرے سے بند اور مسدود جانتے ہیں اسلام نے یہ راہ بند نہیں رکھی ہے۔ لیکن چونکہ عورت! مرد ممکن ہے غلط راہ اختیار کریں اور ہوا و ہوس میں مبتلا ہوں، خودسری اور لڑائی جھگڑے پر اُتر آئیں لہٰذا اس نکتہ کو کہ عورتیں اگر چاہیں تو حق طلاق کی شرط کرلیں مکمل طور سے جائز شمار کیا ہے۔ اس طرح امامؒ نے طرفین کی بہت سی مشکلوں کو حل کیا ہے۔ زوجین کو مزید اطمینان خاطر بخشا ہے اور خاندان کو بہتر استحکام وثبات عطا فرمایا ہے۔

عورتوں کے حقوق اور نسل آئندہ کی حفاظت و نگہداشت

یہ کلام یوم خواتین کی مناسبت سے حضرت امام خمینیؒ کے ایک پیام سے انتخاب ہوا ہے تاکہ گفتگو کے اس حصہ کو واضح کرسکے" دنیا میں عورتوں کا ایک مخصوص کردار رہا ہے۔ کسی معاشرہ کی اچھائی یا برائی اس معاشرہ کی عورتوں کی اچھائی یا بُرائی سے پیدا ہوتی ہے۔ عورت ہی وہ تنہا وجود ہے جو اپنی آغوش سے ایسے افراد معاشرہ کے حوالہ کرسکتی ہے جس کی برکتوں سے ایک معاشرہ کیا بہت سے معاشرے استقامت و پائداری اور بلند انسانی اقدار سے ہم کنار ہوسکتے ہیں یا اس کا اُلٹا بھی ہوسکتا ہے۔ ۲۷

جیسا کہ ماہرین نفسیات کی تلاش و تحقیق سے پتہ چلتا ہے۔ ایک بچہ کی شخصیت سات سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے ایک ڈھرہ اور ایک رُخ اختیار کرلیتی ہے اور بچے زیادہ تر اپنی عمر کے یہ سال ماں کے سایہ میں بسر کرتے ہیں اور مہر و محبت، ایثار و فدا کاری، فرحت و نشاط، دلگرمی و خوش بینی ایمان و عقیدہ عزم و ثبات نیز دوسرے بلند اخلاقی مفاہیم یا اس کے برعکس بغض و کینہ، رشک و حسد بے اعتقادی و بے ایمانی، خست و بخل، بدبینی و تعصب، غم و اندوہ، کاہلی و سستی کا پودا ماں کی طرف سے اس کے دل و نہاد میں لگایا جاتا ہے اور اس میں شگوفے پھوٹتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام بزرگوارؒ ماں کو اصلاح و فساد کا منبع و مصدر قرار دیتے ہیں۔

آخر کلام میں وہ باتیں جو حضرت امامؒ سے نسبی قرابت ہونے کی بنا پر مجھ سے مربوط ہیں اور جنھیں میں نے تحقیق و مطالعہ سے نہیں بلکہ ذاتی مشاہدہ سے حاصل کیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امامؒ کی باتیں اور ان کی گفتگو حقیقت و عینیت پر مبنی ہوا کرتی تھیں۔ دوسرے الفاظ میں جن چیزوں پر ان کو یقین اور عقیدہ تھا دقیق طور سے وہی کچھ ان کی زبان پر جاری اور ان کے اعمال پر طاری و مسلّط تھا حقیقت میں وہ عورتوں کی جس شخصیت، قدر و قیمت اور حقانیت کے زبان سے قائل تھے عمل کے ذریعہ بھی اس کا اظہار فرماتے تھے۔ یہ امامؒ ہی تھے جنھوں نے ایک نئی بنیاد رکھی اور اپنی بات پر عملی طور سے بھی جمے رہے۔ اپنی گفتگو میں پیغامات میں نیز عملی طور سے بھی ایک عورت کو پیغام بر کی صورت میں روس بھیج کر برابری و مساوات کو مستحکم کردیا۔ انھوں نے ہر موقع پر چاہے لفظاً ہو یا عملاً اپنی صداقت کا ثبوت پیش کیا اور اس صداقت و سچائی کے ساتھ جو ان کا ملکہ تھی انھوں نے کسی طبقہ یہاں

تک کہ عورتوں سے بھی قول وعمل میں دو رنگی اختیار نہیں کی، لہٰذا جب وہ آواز بلند کرتے تھے کہ عورتوں اور مردوں کے درمیان کسی بھی حقوقی امر میں کوئی فرق نہیں ہے تو اسے سچ کر دِکھاتے تھے اور عملی جامہ بھی پہناتے تھے۔

میں یہ بات پورے زور اور تاکید کے ساتھ کہتی ہوں کہ وہ کسی بھی سلسلہ میں کوئی بات لاف وگزاف یا تکلف کے انداز میں یا اپنی شہرت ومحبوبیت کے لیے نہیں کہتے تھے اور جو کچھ کہتے تھے الٰہی احکام کے اجراء اور رضائے پروردگار کے حصول کے لیے فرماتے تھے، جس نے آپ کے پورے وجود کو پر کر رکھا تھا اور اس سلسلہ میں اس قدر دقت نظر سے کام لیتے تھے کہ اکثر اس کا تصور بھی دشوار ہے۔ ایک مثال یہاں پیش کرتی ہوں جو شاید کسی حد تک اس بات کو واضح کر سکے۔

ایک روز آپ نے کسی مناسبت سے ایک پیغام لکھا تھا لیکن فوراً ہی حکم دیا کہ وہ پیغام واپس کیا جائے فوراً حکم کی اطاعت کی گئی۔ غالباً لشکر اسلام کے نام پیغام تھا، انھوں نے اس پیغام میں کچھ تبدیلی کی اور واپس کردیا۔ جب میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں نے لکھا تھا کہ میں اپنی تمام آرزوؤں کے ساتھ تم سب کے لیے دعا کرتا ہوں لیکن بعد میں یہ احساس ہوا کہ شاید یہ بات حقیقت کے مطابق نہ ہو لہٰذا دوبارہ لکھا کہ میں اپنی بیشتر آرزوؤں کے ساتھ تم سب کے لیے دُعا کرتا ہوں۔ کہنے کا مطلب یہ تھا کہ جو شخص اس طرح اور اس حد تک اپنے قلم اور بیان کو اپنے ضمیر و باطن سے ہم آہنگ رکھتا ہے کہ اس کے دشمن بھی اس پر دورنگی اور ریاکاری کا الزام نہیں لگا سکے، یہ محال ہے کہ انھوں نے تمام مسائل اور خاص طور سے عورتوں کے بارے میں جو باتیں کہی ہیں اور جن کا بہت مختصر نمونہ یہاں ذکر کیا گیا ہے ان میں ذرّہ برابر بھی حقیقت سے دُوری، ظاہر داری، تکلّفات اور لاف وگزاف سے کام لیا ہو۔

اس منزل پر جیسا کہ میں عرض کرچکی ہوں اپنی قرابت کی بنیاد پر چاہتی ہوں کہ تحریری مثالوں کے علاوہ کچھ عینی مثالیں بھی پیش کروں اور اس تہذیب کی طرف اشارہ کروں، جو انھوں نے گھر میں رائج کر رکھی تھی۔ محبت و مفاہمت کی بنیاد پر استوار روابط اور ذمہ داریوں کا احساس جو اسی تہذیب کی دین تھا، دوسروں کے حقوق کا احترام اپنے فرائض پہچاننے اور ذمہ داریوں کو انجام دینے کی تہذیب حریم اہل خانہ کی حرمت و پاسداری کی تہذیب نیز احباب و اقربا سے مسالمت آمیز برتاؤ کا ماحول۔

میں اپنی والدہ محترمہ کا قول نقل کرتی ہوں، فرماتی ہیں: ''حضرت امامؒ نے شادی کے بعد مجھ سے فرمایا کہ میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ واجبات پر عمل کرو اور محرمات سے پرہیز کرو۔ تمہارے مستحب و مباح ذاتی امور میں کوئی دخل نہیں دوں گا۔ اپنی خصوصی زندگی پر تمھیں پورا پورا اختیار ہے۔'' یعنی دقیق طور پر امامؒ نے اپنی بیوی سے اسلام پر عمل کا تقاضا کیا ہے اور بس۔ اور حقیقت بھی یہی تھی کہ آپ والدۂ گرامی کے مسائل میں کسی طرح کی مداخلت نہیں فرماتے تھے حتیٰ کہ ان سے ایک گلاس پانی کا تقاضا کرنے سے بھی گریز کرتے تھے اور صرف یہ کہنے پر اکتفا فرماتے تھے کہ ''محترمہ حکم دیجئے کہ میرے لیے فلاں چیز لے آئیں۔''

میری والدہ محترمہ ایک واقعہ اور بیان فرماتی ہیں کہ ''بچوں کی پرورش کے دوران راتوں میں دو گھنٹہ وہ بچہ کی نگرانی فرماتے تھے، میں سوتی تھی اور دو گھنٹہ میں بچہ کی دیکھ بھال کرتی تھی، وہ سوتے تھے، حتیٰ کہ یہ مقدار بھی میری رضامندی کے مطابق تھی۔'' اے کاش! میں ان تمام مناظر و لمحات کو قلم بند کر کے ان کی تصویر کشی کرسکتی جن میں وہ اپنی زوجہ، اولاد اور اقربا کے حقوق کی رعایت فرماتے تھے۔

آج امام خمینی کے تمام ماننے والوں خصوصاً عورتوں کا یہ فرض ہے کہ ان کی جلائی ہوئی اس فروزاں مشعل کو خاموش نہ ہونے دیں اور اسلام و امام کے پیرو بھائیوں پر لازم ہے کہ اسلام نے عورتوں کے لیے جو حقوق معین کیے ہیں اور امامؒ نے جنھیں نافذ فرمایا ہے اپنی مسلسل سعی اور بھرپور طاقت کے ساتھ ان کی رعایت کریں کیونکہ ان کا لحاظ نہ کرنے کے برے نتائج زیادہ سے زیادہ خود ان ہی بھائیوں اور ساتھ ہی معاشرہ کو بھگتنا ہوں گے اور خاندانوں کا سکون و قرار جو نسل آئندہ کے پھلنے پھولنے کے لیے ضروری ہے غارت ہو کر رہ جائے گا۔

حوالے:

۱۔ کتاب پیام انقلاب: ص-۵۱۔ خواہرانِ مکتب توحید سے امامؒ کا خطاب، مورخہ ۱۶/۷/۵۷ھ ش

۲۔ کتاب پیامِ انقلاب: ص۱۵۸۔ انجمن خیریہ اصفہان کی ممبر خواتین سے ملاقات کے موقع پر امامؒ کا خطاب، مورخہ ۲۰/۸/۵۸ھ ش

۳۔ کتاب صحیفۂ نور: جلد-۱۲، ص-۲۷

۴۔ کتاب طلیعۂ انقلاب اسلامی: ص-۱۰۰، مورخہ ۱۹/آبان ۵۷ ھ ش مطابق ۱۰/نومبر ۷۹ء

۵۔ صحیفۂ نور: جلد۶، ص ۱۹۴

۶۔ صحیفۂ نور: جلد۸، ص ۱۶۲

۷۔ صحیفۂ نور: جلد۸، ص ۱۶۲

۸۔ صحیفۂ نور: جلد۶، ص ۱۹۴

۹۔ سورہ نساء، آیت نمبر ۱

۱۰۔ سورہ آلِ عمران: ۳۶

۱۱۔ صحیفۂ نور: جلد۶، ص۱۵۸، مورخہ ۲۶/۲/۵۸

۱۲۔ پیامِ انقلاب: ص ۵۲، مکتب توحید کی خواتین سے خطاب، مورخہ ۸/۱۰/۷۹ء-۱۶/۷/۵۸ھ ش

۱۳۔ ہالینڈ کے ایک روزنامہ ''دی راسٹ گرانٹ'' کو انٹرویو: ۱۶/۸/۵۷ ۱۳ھ (۷/۱۱/۷۸ء) از کتاب صحیفۂ نور: ج ۳، ص ۴۶

۱۴۔ مؤرخہ ۱۰/۸/۵۷ھ پیرس

۱۵۔ شہر لنگرود کے تعلیمی محکمہ والوں سے خطاب، ۲۶/۶/۵۸ھ ش۔ از کتاب کیمائے زن در کلام امام خمینیؒ

۱۶۔ سپاہ پاسدار کے کمانڈروں سے خطاب، ۲۸/۵/۶۰ھش۔ از کتاب کیمائے زن در کلام امام خمینیؒ

۱۷۔ مورخہ ۷/۱۰/۵۷ ش۔ از کیمائے زن در کلام امام خمینیؒ

۱۸۔ سیمائے زن در کلام امام خمینیؒ مورخہ ۱۵/۱۲/۵۷ھ (۶/۲/۷۹ عیسوی)

۱۹۔ لاس اینجلس ٹائمز امریکہ کے نامہ نگار سے انٹرویو، مورخہ ۱۶/۹/۵۷ (۱۷/۱۲/۷۸ عیسوی)

۲۰۔ مورخہ ۲/۹/۵۷ (۱۱/۱۲/۷۸ عیسوی)

۲۱۔ صحیفۂ نور جلد چہارم، ص ۳۳ (امل سے انٹرویو مورخہ ۱۶/۹/۵۷ھ (۷/۱۲/۷۸ عیسوی

۲۲۔ از کتاب سیمائے زن در کلام امام خمینیؒ، مورخہ ۷/۱۰/۵۷

۲۳۔ طلاق کے سلسلہ میں امام خمینیؒ کا ایک فتویٰ، کتاب سیمائے زن در کلام امام خمینیؒ، تاریخ ۵۸/۸/۷ ۳۔ وسائل الشیعہ

۲۴۔ کتاب سیمائے زن در کتاب امام خمینیؒ، تاریخ ۵۸/۱۲/۲۵